International Research Journal of Religious Studies, Vol.:4, Issue: 01,Jan-June, 2024PP: 20-29

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

اردو کے تین اہم قواعد نگار

Three Important Grammarians of Urdu Language

Dr. Faiza Butt
Assistant Professor, Kinnaird College for Women, Lahore.
Email: drfaizabutt@gmail.com
https://orcid.org/0009 - 0008- 7104- 4541

Abstract

Urdu Grammar has evolved over time, influenced by many other factors such as language contact, social and cultural changes, and linguistic theories. These factors transformed the structure and rules of Urdu grammar and made its adaptable linguistic system. It shapes the way Urdu language is spoken, written and understood now a days. It provides a set of rules that govern the usage of the language, and clarify its consistency in communication. These grammatical rule, no doubt, help in preservation and transmission of Urdu literature, poetry, and historical texts. Urdu grammarians played a significant role in standardizing and systemizing the rules of Urdu grammar. For the formation of grammatical rules of Urdu language, instead of following the structural basis of Arabian and Persian grammar, they analyzed the existing linguistic patterns of Urdu, and so formulated rules that are specific to Urdu language.

Key Words: *Urdu grammar, Linguistic theories, Grammatical rules, Formulation.*

موضوع کا تعارف

اردو زبان وادب کی طرف مستشرقین کی خصوصی توجہ کے نتیجے میں سامنے آنے والی لسانی وادبی تحقیقات سے تحریک پا کر اہلِ زبان بھی اِس طرف متوجہ ہوئے، جس کی بہ دولت تصنیف وتالیف کا یہ علمی و تحقیقی سلسلہ ایسی متعدد قابلِ قدر اور قابلِ لحاظ کتب ورسائل کی طباعت پر منتج ہوا جو کسی نہ کسی صورت اردو زبان وادب کی توقیر میں اضافے اور بین الاقوامی سطح پر اردو کا بہ حیثیت ایک مکمل زبان تعارف کا سبب بنیں۔

انیسویں صدی میں اہلِ یورپ کے ساتھ ساتھ برِ صغیر کے اہلِ قلم نے بھی قواعد نویسی کی طرف رجوع کیا۔ ۱۸۵۷ء سے بیسویں صدی کے آغاز تک تدریسی مقاصد کے لیے اردو قواعد کی اَن گنت کتب تالیف کی گئیں۔ اِن کتب کے مندرجات چوں کہ اُسی مخصوص زمانے کی رائج اردو قواعد پر مشتمل ہیں اِس لیے انھیں تاریخی قواعد کا نام نہیں دیا جا سکتا اور نہ ان سے زبان کے ارتقا کا پتا چلتا ہے۔ اُس زمانے میں بنیادی لسانی مباحث ٹکسالی زبان اور فصاحت کی بحثوں کو محیط تھے۔ اِن مباحث میں حصہ لینے والے بالخصوص دو مکتبہ خیال تھے۔ ایک دبستانِ دہلی اور دوسرا دبستانِ لکھنؤ۔ بنیادی فرق زبان کا نہیں بلکہ روز مرّہ اور محاورے کا تھا جسے فریقین بڑے انہماک اور شدّت سے نمایاں کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دوسری بحث تذکیر و تانیث کی تھی جو اب تک اردو قواعد کا ایک اہم جزو سمجھی جاتی ہے۔ تیسری بحث متروکات کی تھی جو صرف چند الفاظ یا لغات تک محدود نہ تھی بلکہ قواعد کی بعض شکلوں میں بھی موجود تھی، مثلاً اہلِ لکھنؤ 'آئیاں جائیاں' ترک کر چکے تھے جب کہ اہلِ دہلی اِس لسانی روایت پر قائم تھے۔

مذکورہ تمام مباحث میں کئی ابتدائی مؤلفین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اِس سلسلے میں بہ کثرت مضامین، مقالات اور رسالے تالیف ہوئے اور بہ قول ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''جن کا سلسلہ ناسخ و آتش اور اِن کے شاگردوں سے شروع ہو کر نواب جعفر علی خان اثر لکھنوی تک پہنچتا ہے''۔[1] علاوہ ازیں انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے نصف اوّل پر پھیلے ہوئے طویل عرصے میں کتبِ قواعد کا ایک طویل سلسلہ اُن مختصر کتابوں کی صورت میں ہے جو مدرسوں میں اردو زبان کی باقاعدہ تعلیم رائج ہونے کے سبب طالب علموں کی تدریسی ضرورت پورا کرنے کے لیے لکھی گئیں۔

درسی قواعد بے شمار لکھی گئیں جو پچھلے ساٹھ ستّر برس سے رائج ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اِن میں مؤلفین نے ایک ہی انداز اور ایک ہی ڈھانچہ اختیار کیا ہے جو دراصل عربی کی تقلید میں فارسی قواعد کا ہے۔ اِن میں سے کسی نے بھی اردو زبان کے آریائی مزاج کو ملحوظ نہیں رکھا۔ تصرف ہے تو فقط اتنا کہ اکثر مؤلفین نے قواعد کے مختلف حصوں کو ذرا تشریح و تفصیل سے لکھا ہے اور مثالوں میں فرق کیا ہے۔ کہ سکتے ہیں کہ بیسویں صدی تک آتے آتے اردو قواعد نویسی کی عمارت دو بنیادوں پر استوار تھی، ایک یورپی اور دوسری عربی۔ اس دور میں جتنے بھی قواعد مرتب ہوئے وہ یورپی اور عربی قواعد نگاری کے تتبع میں مرتب ہوئے۔ اس امر کی وضاحت میں ڈاکٹر محمد صدیق شبلی لکھتے ہیں:

اردو قواعد نویسی کی دو واضح روایتیں ملتی ہیں، ایک یورپی اور دوسری عربی۔ یورپ میں بارھویں تیرھویں صدی میں برِ صغیر کی زبانوں کے علمی مطالعے کا آغاز ہوا۔ اردو بھی زیرِ مطالعہ زبانوں میں شامل تھی۔ جرمن، فرانسیسی، ولندیزی اور انگریز علمائے لسانیات نے اردو قواعد کی کتابیں تحریر کیں۔ ان کتابوں کا بڑا مقصد تبلیغ یا تجارت کے لیے ہندوستان جانے والوں کو قواعد کے ذریعے اردو سکھانا تھا۔ یہ تمام کوششیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں لیکن ہر یورپی قواعد نویس نے اپنی زبان کے حوالے سے قواعد لکھے اور اس طرح اپنی زبان کے بہت سے غیر متعلق مباحث کو قواعد میں داخل کر لیا جس کی وجہ سے

یہ کتب اردو قواعد کا اچھا نمونہ نہیں بن سکیں۔ عربی قواعد نویسی کے ارتقا میں ایرانیوں کا حصہ بڑا وقیع ہے۔ عربی قواعد کا جو سانچہ بنا اس کا اطلاق فارسی پر بھی کیا گیا اور اردو بھی ایک مدت تک عربی قواعد کے شکنجوں میں کسی جاتی رہی۔[2]

متقدمین میں سے کچھ کے حالات اور تصانیف کی بابت معلومات دست یاب نہیں۔ اُن سے متعلق کچھ تعارفی سطور تواریخِ ادب میں ملتیں ہیں یا پھر علما کی تحقیقی و تالیفی کتب میں کچھ ناکافی معلومات درج ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی اردو زبان کی ایک قواعد (تصنیف۔1806ء) کے بارے میں لکھتے ہیں:

کہا یہ جاتا ہے کہ سنہ 1806ء میں امانت علی شیدا نے 'صرفِ اردو' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں اردو کی قواعد کے ابتدائی اصولوں سے بحث کی گئی تھی لیکن یہ رسالہ سامنے نہ ہونے کی بنا پر اِس کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے۔[3]

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے فرانسیسی مستشرق، گارسیں دتاسی کی تحقیقات کے حوالے سے اپنی تصنیف 'ہندوستانی گرائمر' کے مقدمے میں اردو کے ابتدئی قواعد نگاروں کا جائزہ لیا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری نے اردو زبان کے بدیسی اور دیسی قواعد نگاروں کی باقاعدہ فہرست 'کتابیاتِ قواعدِ اردو' کے نام سے ایک کتابچے کی صورت مرتب کی ہے۔ بیسویں اور اکیسویں صدی کے نصف اوّل میں طبع ہونے والی اردو قواعد میں سے متعدد کا ذکر ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اپنی کتاب، 'اردو میں لسانی تحقیق و تدوین (گزشتہ چند عشروں میں)' میں کیا ہے۔ ہر چند اِن مؤلفینِ قواعدِ اردو کی علمی و تحقیقی خدمات قابلِ لحاظ اور لائقِ تحسین ہیں لیکن ذیل میں فقط اُن اہلِ زبان قواعد نگاروں اور اُن کی تصانیف کا جائزہ لیا جائے گا جن کی تحقیقات اور مطالعہ اردو قواعد نگاری کی تاریخ میں نہ صرف اضافے کا موجب ہے، بلکہ اِس شعبہ علم کے محققین کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر انصار اللہ (اردو صرف و نحو)

'اردو صرف و نحو' ڈاکٹر انصار اللہ کی تالیف ہے۔ ڈاکٹر صاحب علی گڑھ یونی ورسٹی شعبہ اردو کے ریٹائرڈ پروفیسر ہیں۔ اردو صرف و نحو دراصل دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصّہ 'اردو صرف' کے نام سے 1975ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔ دوسرا حصّہ 'اردو نحو' کے زیرِ عنوان اسی سال طبع ہوا۔ بعد ازاں دونوں حصّے الگ الگ کتابچوں کی صورت میں نظرِ ثانی کے بعد 1987ء میں علی گڑھ ہی سے شائع کیے گئے۔ 2014ء میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور نے انھیں یک جا کر کے 'اردو صرف و نحو' کے عنوان سے چھاپ دیا۔ قواعدِ اردو کی یہ کتاب اوسط ضخامت کی ہے مگر بعض لحاظ سے اہم ہے۔ طبعِ اوّل کے پیش لفظ میں ڈاکٹر انصار اللہ لکھتے ہیں:

اردو میں قواعد کی کتابیں بہ کثرت موجود ہیں، لیکن زبان و بیان کے اکثر مسائل اب بھی اسی طرح الجھے ہوئے ہیں کہ جیسے تھے اور علم القواعد کی بحثوں میں طلبا کے لیے دقت بلکہ وحشت کا سامنا اُتنا ہی ہے جتنا کہ تھا۔ وجہ اِس کی جہاں تک معلوم ہو سکی یہ ہے کہ قواعد لکھنے کا کام یا تو ان حضرات نے کیا جو عربی فارسی کے عالمِ متبحر تھے یا پھر انھوں نے اس کام

کے لیے کھکھیڑ اُٹھائی کہ جو ہزاروں میل کا سفر کر کے اس ملک کی زبان یعنی اردو کو سیکھنے اور یہاں کے معاملات کا علم حاصل کرنے آئے تھے۔ ہر دو سلسلے کے بزرگوں نے اپنے علم و فضل کی روشنی میں زبانِ اردو کے اصول اور ضابطوں کو سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی اور اپنی زبان کی طرز پر اس زبان کے مسائل کو حل کرنا چاہا۔ ان کے خلوص یا ان کی علمی بصیرت میں شبہ نہیں لیکن اِس حقیقت کا اعادہ ضروری ہے کہ اردو اپنے مزاج کے اعتبار سے عربی، فارسی اور سنسکرت یا انگریزی سے بہت مختلف ہے۔[4]

اس دیباچے میں آگے چل کر انھوں نے قواعدِ اردو (مولوی عبدالحق) کی تحسین کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

اگرچہ مولوی صاحب کے بعد طلبا کی ضرورت سے قواعد کی اور بھی بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن ایسی کتاب کی ضرورت اب بھی محسوس کی جا رہی ہے جس سے طالب علموں کی مشکلات دور ہوں۔[۵]

اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ڈاکٹر انصار اللہ نے یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اِس کی ترتیب کے لیے 'قواعدِ اردو' کے علاوہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کی تالیفات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر انصار اللہ نے قواعدِ صرف و نحو کی وضاحت سادہ اور شفاف طریقے سے کی ہے۔ بعض اصطلاحات کی تعریفیں ایسے واضح الفاظ میں تحریر کی ہیں کہ وہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ اردو زبان کے صرفی اور نحوی ڈھانچے کو سامنے رکھا ہے اور فارسی، عربی یا سنسکرت کی تقلید نہیں کی گئی۔ ہر جگہ مثالیں خود تلاش کر کے درج کی ہیں اور اس سلسلے میں پیش رو قواعد کی کتابوں سے نقل نہیں کی گئی۔ اردو زبان کے 'اردو پن' کی شناخت کو اوّلیت دی گئی ہے۔ مختلف ابواب کی تقسیم زیادہ واضح اور منطقی ہے۔

ڈاکٹر سہیل بخاری (نظامیاتِ اردو)

ڈاکٹر سہیل بخاری محقق، نقاد اور ماہرِ لسانیات کی حیثیت سے معروف ہیں۔ انھوں نے اردو زبان کے قواعد پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جو اِس موضوع پر بہتر کتابوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ 'نظامیاتِ اردو' کے عنوان سے تحریر کردہ یہ کتاب 1988ء میں مکمل ہو چکی تھی لیکن اشاعت کی نوبت 1999ء میں آئی۔ اِس لحاظ سے بیسویں صدی میں تکمیل پانے والی آخری اہم قواعدِ اردو کی کتاب ہے۔ ڈاکٹر انصار اللہ کی اردو صرف و نحو پاکستان میں اِس کے بعد شائع ہوئی لیکن ہندوستان میں اس سے کئی سال پہلے اشاعت پذیر ہو چکی تھی۔

سہیل بخاری نے قواعدِ زبان کے لیے 'نظامیات' کا لفظ متعارف کرایا ہے۔ یہ رائج نہیں، لیکن بہ طور اصطلاح اس میں رائج ہونے کی سکت موجود ہے۔ سہیل بخاری لکھتے ہیں:

نظامیات علمِ زبان کا وہ شعبہ ہے جو کلامِ انسانی کی تنظیم (تحلیل و ترکیب) سے متعلق اصول و ضوابط کا سراغ لگا کر انھیں مرتب و مدوّن کرتا ہے۔۔۔ اِسے انگریزی میں 'گرامر' کہتے ہیں۔[6]

ظاہر ہے کہ سہیل بخاری نے نظامیات کی اصطلاح کو گرامر کے متبادل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ وہ دیباچے میں ایک اور گرامر کی کتاب تالیف کرنے کا جواز بتاتے ہیں کہ " اردو نظامیات کے قاعدے اور اصول عربی زبان سے آئے ہیں۔ شاعری کے قوانین و اصول فارسی زبان سے لیے گئے ہیں اور اب آکر تنقیدی اصول انگریزی سے درآمد کیے جا رہے ہیں۔" [7] اگرچہ اِس رائے سے اختلاف کی خاصی گنجائش موجود ہے، لیکن ان کی درج ذیل بات درست ہے۔ اگرچہ ان سے پہلے کئی محققینِ قواعد اس کا اظہار کر چکے ہیں :

عربی اور اردو زبانیں دو مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں، یعنی عربی سامی، اور اردو ہندوی خاندان السنہ سے تعلق رکھی ہے۔ [8]

اس کے بعد دیباچے میں انھوں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ عربی اور اردو زبان کے قواعد میں کتنا بُعد ہے اور پھر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ :

آج تک اردو میں دیسی بدیسی علما نے نظامیات کی جتنی کتابیں لکھی ہیں، عربی نظامیات کی کتابوں کا نمونہ سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ [9]

تاہم انھیں اعتراف ہے کہ :

اتنے بڑے ذخیرے میں مولوی عبدالحق کی لکھی ہوئی واحد کتاب 'قواعدِ اردو' ہے جو اِس گہری تاریکی میں ایک نورانی کرن کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں انھوں نے اردو پر ایک آزاد زبان کی حیثیت سے غور کر کے پہلی بار اِس کی نظامیات کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت عطا کی ہے۔ [10]

ڈاکٹر سہیل بخاری نے نظامیاتِ اردو کی تالیف کے دوران گل کرسٹ کی قواعد زبانِ اردو (مرتبہ خلیل الرحمان داؤدی)، مصباح القواعد (فتح محمد جالندھری)، قواعدِ اردو (مولوی عبدالحق)، جامع القواعد: حصّہ صرف (ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی)، جامع القواعد: حصّہ نحو (ڈاکٹر غلام مصطفی خان) وغیرہ کو سامنے رکھا ہے، لیکن اِن میں قابلِ قدر اضافے بھی کیے ہیں اور متعدد مقامات پر اصطلاحات کی مروجہ تعریفوں پر نظرِ ثانی کی ہے اور کئی جگہوں پر محولہ بالا ماہرین سے اختلافات بھی کیے ہیں۔

بنیادی طور پر 'نظامیاتِ اردو' میں بھی صرف اور نحو کی بنیادی تقسیم کو تسلیم کیا گیا ہے۔ صرف والے حصّے میں تفصیل زیادہ ہے جب کہ نحو والا حصّہ بہت مختصر ہے۔ صرف کا حصّہ تقریباً دو سو (200) صفحات پر مشتمل ہے اور نحو کے حصّے کو صرف بیس (20) صفحات میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ غالباً اس کے لیے انھیں زیادہ وقت نہیں مل سکا۔ اِس حصّے میں کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر سہیل بخاری نے اسما پر مفصل بحث کی ہے اور ان کی تذکیر و تانیث پر بڑا زورِ قلم صرف کیا ہے۔ یہی صورت اسمائے صفت کی ہے۔ انھوں نے حروف (یعنی سے، پر، کو، تک وغیرہ) کے لیے 'عامل' کی اصطلاح استعمال کی ہے اور اِس پر

خاص تفصیل مہیا کی ہے۔ 'نے' کے لیے علامتِ فاعلی کی اصطلاح رائج ہے، لیکن ڈاکٹر سہیل بخاری اسے بھی حرف یعنی عامل قرار دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر عامل کے سلسلے کہ یہ بحث مفصل ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر کتابوں کے مقابلے میں مختلف بھی ہے۔ افعال والا حصّہ مفصل ہونے کے ساتھ ساتھ مفید بھی ہے۔ فعل لازم اور متعدی کے بارے میں بحث بصیرت افروز ہے مگر خاص طور پر 'افعال سازی' کے عنوان سے جو کچھ رقم کیا گیا ہے اس میں وسعت اور گہرائی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری نے عام خیال کی تردید کی ہے کہ اردو کے افعال تعداد میں بہت کم ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے:

ہم اِن مادّوں کے علاوہ، جو واضعینِ زبانِ اردو نے ابتدا میں گھڑ لیے تھے، اب نئے مادّے تو وضع نہیں کر سکتے البتہ اپنی زبان اور دوسری زبانوں کے الفاظ سے اردو زبان کی کمی پوری کرنے کے لیے نئے نئے فعل بنا بنا کر اپنے یہاں رائج کر سکتے ہیں۔[11]

نئے افعال بنانے کے لیے جو طریقے انھوں نے وضع کیے ہیں اور اِس کی جو تفصیل مہیا کی ہے وہ بڑی قابلِ قدر ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے مرکب افعال کی طویل فہرستیں بنائی ہیں۔

ڈاکٹر سہیل بخاری کی نظامیاتِ اردو یقیناً قواعدِ اردو کی اہم کتابوں میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔ انھوں نے اپنے پیش رو ماہرین سے جگہ جگہ اختلافات کیے ہیں۔ انھوں نے جس انداز میں قواعد کو اپنی فہم و فراست کے مطابق لکھا ہے وہ بعض جگہ بہت قابلِ قدر ہے اور بعض جگہ اختلافی ہے، لیکن اِس کی مجموعی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ (بنیادی اردو قواعد)

اردو قواعد نگاری کے سلسلے کی ایک اہم تالیف، 'بنیادی اردو قواعد' ہے۔ ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ کی مؤلفہ یہ کتاب 2010ء میں اسلام آباد سے مقتدرہ قومی زبان نے شائع کی۔ 478 صفحات پر مشتمل اس تالیف کا پیش لفظ افتخار عارف نے تحریر کیا ہے۔ وہ اس کتاب کی لسانی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ماہرینِ لسانیات کے لیے ہی نہیں، زبان سے عمومی دل چسپی رکھنے والے صاحبانِ ذوق کے لیے بھی قواعد کی بڑی اہمیت ہے۔ زبان کی نشوونما میں قواعد کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ ایک عرصے سے یہ محسوس کیا جا رہا تھا یہ قواعد کی ایک ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو اہلِ علم کے تمام طبقوں کے ساتھ ساتھ خاص طور پر اساتذہ و طلبہ کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ پیشِ نظر کتاب، 'بنیادی قواعدِ اردو'، ممتاز سکالر سہیل عباس بلوچ نے ان ہی خطوط پر مرتب کی ہے۔[12]

ڈاکٹر سہیل عباس نے مذکورہ تالیف میں لفظ کی ساخت، ترکیب اور ماخذ کی نشان دہی کی ہے۔ اس کتاب میں افعال کی ایک فہرست لفظی اور لغوی معنی کے ساتھ دی ہے۔ سابقوں اور لاحقوں پر بحث بھی اس کتاب کا جزو ہے جب کہ لفظ سازی کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش بھی دکھائی دیتی ہے۔ علاوہ ازیں اصطلاحات، عربی و فارسی قواعد نویسی اور جدید فارسی قواعد کی اہمیت کو بھی موضوعِ بحث بنایا ہے۔ ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان بنیادی اردو قواعد کے مندرجات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بنیادی اردو قواعد میں زیرِ مثال لفظوں کی بڑی تعداد وہ ہے جو اردو کے کلاسیکی ادب سے لی گئی ہے۔ اردو میں تازہ وارد الفاظ و مرکبات بھی موجود ہیں چناں چہ یہ کتاب بہ یک وقت اردو کے کلاسیکی مزاج اور جدید استعمالات کو سامنے لاتی ہے جو اردو قواعد کی کتابوں میں ایک نادر بات ہے۔ چناں چہ اس کتاب سے جہاں اردو جاننے والے فائدہ اُٹھائیں گے، وہیں اردو کو بہ حیثیت ثانوی یا بیرونی زبان سیکھنے والے بھی اسے مددگار پائیں گے۔ اردو کے افعال، سابقوں اور لاحقوں کی طویل فہرستیں اور الفاظ کے مرادی یعنی ثقافتی معنوں کی بڑی پیمانے پر سمائی اس کتابِ قواعد کی بہت سی لسانی و علمی ضرورتوں کے لیے بے نیاز کر دیتی ہے۔ بیش تر زیرِ مثال الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں جن کی وجہ سے یہ کتاب لغت کی موٹی موٹی ضروریات کو بھی کسی درجے میں پورا کر دیتی ہے۔[13]

ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ نے اردو نحو پر بہت سنجیدگی سے غور کیا اور بعض نئے مباحث اُٹھائے ہیں، لیکن اس کے باوجود کہیں کہیں ان سے زبان و بیان کی کوتاہیاں بھی سرزد ہوئیں۔ دنیا کی ہر تصنیف، خواہ وہ عمومی ہو یا شاہ کار، تسامحات سے پاک نہیں۔ پس بنیادی اردو قواعد کو بھی اس حقیقت کا سامنا رہا، مثلاً لفظ کی بابت لکھا ہے کہ انسان کے منہ سے جو مختلف آوازیں، یعنی طرح طرح کے جو حروف نکلتے ہیں، ان کو لفظ کہتے ہیں۔ صوتیات والوں کے نزدیک یہ انکشاف بہت حیران کن ہو گا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

ہر آواز حرف نہیں ہوتی نہ ہر آواز گفتگو میں استعمال ہوتی ہے اور نہ ہی ہر آواز بامعنی صوت ہوتی ہے۔ انسانی گفتگو میں مستعمل آوازوں یعنی اصواتِ تکلم (Speech Sound) اور متعلقہ نظریات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حرف تو محض آواز کی تحریری علامت ہے اور ان علامات کے ملنے سے لفظ بنتا ہے۔ اس بات کو بیان کرتے وقت اگر وہ صوتیہ (Phoneme) اور دیگر متعلقہ مباحث کو مدِّ نظر رکھتے اور آواز، صوتیے، ذیلی صوتیے (Allophone)، حرف (Letter) اور لفظ (Word) میں فرق روا رکھتے تو اس طرح کی فرو گزاشتیں نہ ہوتیں۔[14]

ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ نے اپنی اس تالیف میں اردو حروفِ تہجی کی تعداد باون (۵۲) بتائی ہے۔ اپنے لسانی نکتوں کی رضاحت میں بہت عمدہ اور دل چسپ مثالیں بھی دی ہیں۔ کلاسیکی ادب، بیان، بدیع اور عروض پر ان کی گہری نظر ہے جس کی بہ دولت انھوں نے اردو زبان کے بعض دل چسپ پہلو آشکار کیے ہیں۔ بلاشبہ یہ تالیف اردو قواعد کے حوالے سے بنیادی اہمیت کی حامل ہے جو طالب علموں اور اساتذہ کے لیے یک ساں مفید ہے۔

بہ حیثیتِ مجموعی بیسویں صدی میں اردو قواعد پر بہت زیادہ کام نہیں ہوا، لیکن اس ضمن میں جو کچھ بھی تالیف ہوا اور جو کتب منظرِ عام پر آئیں ان کے مطالعے کی بنیاد بہ قدرِ استعداد لسانیاتی اصولوں اور سائنسی طرزِ تحقیق ہی پر رکھی گئی۔ جس سے اردو قواعد نسبتاً جدت کے راستے پر گامزن ہوئی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صدیق شبلی رقم طراز ہیں:

مغربی زبانوں میں لسانیات اور ساختیات کے زیرِ اثر قواعد کے ایک نئے تصور نے جنم لیا ہے۔ نئی اردو قواعد اور اردو صرف و نحو اسی تصور کے تابع ہیں۔ ان کتابوں کی بہ دولت یسپرسن، بلوم فیلڈ، نوم چومسکی اور دوسرے اکابرینِ فن کے

افکار کی جھلک اردو قواعد میں نظر آتی ہے۔ان کتابوں کا انداز سائنسی ہے۔ موجودہ دور کو اردو قواعد کی تاریخ میں نئی سوچ کا دور قرار دیا جاسکتا ہے۔[15]

ڈاکٹر صدیق شبلی کے بیان سے جزوی طور پر اتفاق کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اردو کے اہلِ مقامی قواعد نگار اگرچہ دنیائے لسانیات کی جدید طرزِ تحقیق و مطالعہ سے متعارف اور آگاہ ہو چکے ہیں اور اس ضمن میں کتبِ قواعد مطالعات کی روایت سے ہٹ کر آفاقی قواعد، ساختی قواعد، کورپس لسانیات اور کمپیوٹیشنل قواعد کی روش پر گامزن ہوتی محسوس ہو رہی ہیں مگر اس کے باوجود اردو قواعد نگاری تا حال اکابرین کی کم توجہی کا شکار ہے۔اس کے متعدد اسباب ہیں۔ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے مطابق ان میں سے ایک اہم سبب یہ ہے:

ہمارے بعض دوستوں کا خیال ہے کہ لسانیات بھی بھلا کوئی مضمون ہے؟ اصل مضمون تو تنقید ہے۔ ساختیاتی تنقید کو وہ نہ جانے کس کھاتے میں ڈالتے ہوں گے۔کاش ہم سمجھ سکیں کہ اب نہ صرف قواعد بلکہ تنقید بھی لسانیات کے تابع ہو چلی ہے۔[16]

دراصل جدید لسانیاتی ضوابط کے مطابق اردو قواعد اسی صورت تالیف کی جاسکتی ہے جب سنسکرت، عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر زبانوں سے الگ اردو کو باقاعدہ ایک مکمل زبان کی حیثیت سے پرکھا جائے۔ جاننے کی کوشش کی جائے کہ اردو کی انفرادی خصوصیات کیا ہیں؟ اور اس کے اپنے لسانی تقاضے کیا ہیں؟ اس طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے جس کی متعدد وجوہ ہیں۔ قواعد کی معیاری کتابیں لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ زبان کے مزاج و آہنگ کو سمجھا جائے اور اِس سے اصول و ضوابط اخذ کیے جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں۔البتہ اس پر کاربند ہو کر اردو قواعد لکھی جائے تو بہت کچھ از سرِ نو لکھنا پڑے گا۔اردو کی انفرادی خصوصیات کے بیان میں وارث سرہندی لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اردو اپنی نوعیت میں ایک الگ زبان ہے، جس کو کسی بھی گروہ سے مکمل طور پر وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ دراوڑی، آریائی اور سامی گروہوں کے اثرات اس کے خمیر میں شامل ہیں اور اس کی ساخت امتزاجی قسم کی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اردو بہ ذاتِ خود ایک الگ گروہ ہے۔[17]

اردو زبان کی انفرادیت کے ثبوت میں ایک مرکب 'کم توجہی' کی توضیح درج کی جاتی ہے۔ یہ مرکب بہ لحاظ ترکیب و ساخت نہ عربی ہے اور نہ فارسی۔ اگرچہ اس کے اجزائے ترکیبی میں لفظ 'کم' فارسی کا ہے۔ 'توجہ' عربی کا ہے اور 'ی' فارسی اور اردو میں مشترک ہے، لیکن یہاں اصلاً اردو ہے۔ یعنی 'توجہی' نہ عربی ہے نہ فارسی۔ لہٰذا اجزائے ترکیبی عربی اور فارسی ہونے کے باوجود یہ مرکب اردو سے متعلق ہے۔ گویا اس ترکیب اور تجزیے کو سامنے رکھ کر اصول و ضوابط مرتب کرنا آسان کام نہیں۔

خلاصہ:

بلاشبہ زبان ایک آزاد مظہر ہے۔اِس کے قواعد وضع کر کے اسے پابند نہیں کیا جا سکتا۔دنیا کی کوئی بھی زبان اپنی آفرینش کے مراحل سے گزر کر ارتقا کی منزلوں میں کسی بھی نوعیت کے پہلے سے وضع کردہ قواعد وضوابط کی رہینِ منت نہیں ہوتی، بلکہ ہر زبان اپنے سنوار و نکھار کی غرض سے اپنے قاعدے اپنی نشو و نما کے دوران خود بہ خود وضع کرتی رہتی ہے۔یہ قاعدے اُسی مخصوص زبان سے ماخوذ و مستخرج ہوتے ہیں۔قواعد، چوں کہ زبان سے از خود وجود پاتے ہیں لٰہذا یہ زبان کے معیار و ترتیب کے لیے اہم ستون کی حیثیت ضرور رکھتے ہیں مگر اُس کے ارتقا کی اگلی منزلوں کی طرف روانی کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتے۔زبان کو قواعد میں محصور کرنے سے وہ بہ تدریج جمود کا شکار ہو کر بالآخر اپنا رواج کھو بیٹھتی ہے۔البتہ ان حقائق کے بر خلاف کسی بھی زندہ زبان کی آموزش، فصاحت و بلاغت، توجیہ و تشریح اور معیار و صحت کی بہ حالی میں قواعدِ زبان کو محدود کردار حاصل ہے۔ایک بار مرتب ہو جانے کے بعد یہ قواعد، زبان کی ڈھال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ان قواعد وضوابط کو اس قدر لچک کا حامل ضرور ہونا چاہیے کہ بہ سبب ضرورت زبان کی بدلتی ہوئی صورت وساخت کے پیشِ نظر ردوبدل کی گنجائش رکھتے ہوں۔ابتدا میں اردو زبان کے دیسی وبدیسی قواعد نگاروں نے اردو قواعد کی بنیاد اپنی زبان کے قواعد کی ساخت پر رکھی۔اس سلسلے میں عموماً عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کے قواعد کا اتباع کیا گیا۔یہ علمی رویہ منطقی و لسانیاتی اعتبار سے بہ ہر حال درست نہیں۔ایک زبان کی صرف و نحو کے تمام اصول وکلیات کسی دوسری زبان کی صرف و نحو پر منطبق کرنا قطعی علمی بصیرت کے منافی ہے۔یہ رویہ اُس صورت میں اور بھی مشکلات کا سبب بنتا ہے کہ جب زبانیں بنیادی طور پر ایک دوسرے سے لسانیاتی و ساختیاتی بُعد رکھتی ہوں، جیسا کہ عربی (سامی الاصل زبان) اور اردو (ہند آریائی الاصل زبان) ہے۔مابعد اردو زبان کے ایسے دیسی قواعد نگار بھی سامنے آئے جنھوں نے زبانوں کے لسانیاتی و ساختیاتی ڈھانچوں کے اختلاف و بُعد کے پیشِ نظر اردو قواعد کی ترتیب وتالیف کی طرف توجہ کی۔اردو قواعد نگاروں کی اس فہرست میں شامل چند اہم و معتبر نام آتے ہیں جن میں سے تین کا ذکر اس مقالے کا موضوع ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

١. ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ہندوستانی گرائمر (از بنجمن شلزے)، لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۲۴۔
٢. ڈاکٹر محمد صدیق شبلی، 'مولوی عبدالحق کی قواعد نویسی'، مشمولہ: مولوی عبدالحق(ادبی اور لسانی خدمات) از ڈاکٹر خلیق انجم، دہلی، انجمنِ ترقیِ اردو، ۱۹۹۲ء، ص ۲۰۸۔
٣. ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ہندوستانی گرائمر (از بنجمن شلزے)، ص۱۴۔
٤. پروفیسر انصار اللہ، اردو صرف و نحو، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۱۴ء، ص ۱۱۔
٥. پروفیسر انصار اللہ، اردو صرف و نحو، ص ۱۱۔

٦. ڈاکٹر سہیل بخاری، نظامیاتِ اردو، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص ۹۔

۷. ڈاکٹر سہیل بخاری، نظامیاتِ اردو، ص ۱۱۔

۸. ڈاکٹر سہیل بخاری، نظامیاتِ اردو، ص ۱۱۔

۹. ڈاکٹر سہیل بخاری، نظامیاتِ اردو، ص ۱۷۔

۱۰. ڈاکٹر سہیل بخاری، نظامیاتِ اردو، ص ۱۸۔

۱۱. ڈاکٹر سہیل بخاری، نظامیاتِ اردو، ص ۱۲۲۔

۱۲. افتخار عارف، بنیادی اردو قواعد (دیباچہ)، از ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء، ص۳۔

۱۳. ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان، لغاتِ اردو (مشینی ترجمہ اور بنیادی اردو قواعد)، مشمولہ: اخبارِ اردو(اسلام آباد) ، ۲۰۱۱ء، ص ۲۹۔

۱٤. ڈاکٹر رؤف پاریکھ، اردو میں لسانی تحقیقی و تدوین (گزشتہ چند عشروں میں) ، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۱۳ء، ص ۳۸۔

۱۵. ڈاکٹر محمد صدیق شبلی، 'مولوی عبدالحق کی قواعد نویسی'، مشمولہ: مولوی عبدالحق(ادبی اور لسانی خدمات) ، ص ۲۱۴۔

۱٦. ڈاکٹر رؤف پاریکھ، اردو میں لسانی تحقیق و تدوین (گزشتہ چند عشروں میں)، ص۳۳۔

۱۷. وارث سرہندی، زبان و بیان (لسانی مقالات)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص۹۷۔